حیدرآباد ایک عظیم مسلم مملکت، تھی جسے بھارت کے سامراجی اژدھے نے نگل لیا!

عظیم قادری صدف

29 ستمبر 1971

آصف جاہ اوّل نے سلطنت آصفیہ کی بنیاد رکھنے کے بعد دکن کے بگڑے ہوئے حالات پر فوراً قابو پالیا اور بہت جلد وہاں پر امن برقرار ہوگیا۔ چنانچہ جناب قاضی عبدالغفار صاحب لکھتے ہیں "مرہٹوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو توڑا، ساہو کے خلاف چندرسین کی اعانت کی، 25 لاکھ کی جاگیر اور منصب دار بنا کر 15 ہزار فوج پر ہر وقت شاہی صوبہ دار کی مدد کے لئے تیار رہنے کو کہا۔ راؤرنبھا جو بااثر مرہٹہ سردار تھا، ان کا ہو گیا۔ چھ ہزار منصب دی۔ وہی تدبر جو اکبر اعظم سے جہانگیر تک مغلیہ سلطنت کا جزو اعظم تھا۔ دربار تیموریہ کا تنہا نمائندہ صرف ایک باقی تھا، نظام الملک آصف جاہ اوّل (رہنمائے دکن 14 رمئی 1967ء)۔

آصف جاہ اوّل کے انتقال فرماتے ہی 1748ء میں دکن کے حالات پھر خراب ہو گئے۔ ہندو راجاؤں نے بغاوت کر دی اور ادھر ریاست میں آصف جاہ اول کی جانشینی کے لئے خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ یکے بعد دیگرے تین بادشاہ آصف جاہی تخت وتاج کے دعویدار ہوئے اور وقفے وقفے سے عنان حکومت سنبھال لی۔ نواب ناصر جنگ تخت نشین ہوئے۔ تقریباً ڈھائی سال کے بعد آپ کو بعض نمک حرام امراء نے شہید کر دیا۔ اس کے بعد نواب مظفر جنگ نے دو ماہ حکومت کی اور جام شہادت پیا اور نواب صلاحیت جنگ سریر آرائے سلطنت آصفیہ ہوئے۔ غرض ریاست سازشوں کا شکار بن چکی تھی، مرہٹے اور فرانسیسی کمپنی کے عہدیدار الگ توڑ جوڑ میں مصروف تھے۔ مرہٹوں نے یورش کر کے ریاست کے اکثر علاقے اپنے قبضہ میں لے لئے۔ شمالی دکن کے زرخیز علاقے جو شمالی سرکار کہلاتے تھے، ان پر فرانسیسی کمپنی کی فوجوں نے قبضہ کر لیا۔ جب نواب صلاحیت جنگ حکومت کا بوجھ نہ سنبھال سکے تو چند امرائے سلطنت نے آپ کی بجائے آپ کے برادر نواب نظام علی خان (جو حکومت کا کافی تجربہ رکھتے تھے اور اپنے برادر کے عہد حکومت میں وزیر رہ چکے تھے) کو تخت پر بٹھا دیا۔ مذکورہ بالا تین بادشاہوں کے قلیل عہد حکومت کو مؤرخین نے شمار ہی نہیں کیا ہے، اس لئے نواب نظام علی خان کو خانوادۂ آصفی کا دوسرا سلطان تصور کیا جاتا ہے حالانکہ آپ سلسلہ کے لحاظ سے پانچویں آصف جاہ ہیں۔

نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی نے 1761ء میں عنان حکومت سنبھالتے ہی نہایت تدبر و دانش مندی سے فرانسیسی اثر کو ریاست سے ختم کیا۔ مرہٹوں سے اپنے علاقے واپس لئے۔ فرانسیسیوں کے زور کو توڑنے کے لئے آپ نے ان کے حریف انگریزوں سے تعلقات بڑھانے شروع کئے۔ اس زمانے میں ملک کے طول وعرض میں انگریزوں اور فرانسیسیوں میں رقابت کا جذبہ اپنی انتہا پر تھا۔ پہلے پہل تو یہ دونوں قومیں تاجر کی حیثیت میں ہندوستان میں داخل ہوئی تھیں لیکن بعد میں وہ یہاں کی سیاست میں حصہ لے کر اپنی حکومتیں قائم کرنے کی فکر میں تھیں اور تمام اقطائے ہند میں ان کی سازشوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ 1766ء میں جب سلطان حیدر علی نے میسور میں اپنی حکومت قائم کر لی تو اس کے دوسرے ہی سال میسور کی پہلی جنگ چھڑ گئی چونکہ سلطان حیدر علی انگریزوں کے مخالف فرانسیسیوں کے طرف دار تھے، اس لئے انگریزوں نے میسور پر حملہ کر کے اسے ختم کرنا چاہا لیکن سلطان نے نہایت دلیری سے مقابلہ کیا۔ اس سے قبل ہی سلطان نے اپنے تدبر سے آصف جاہ ثانی اور مرہٹوں (جو انگریزوں کی طرف مائل تھے) کو اپنا حامی بنا لیا تھا اس لئے ان دونوں نے جنگ میسور میں سلطان حیدر علی کی بھرپور مدد کی اور نتیجتاً انگریزوں کو شکست فاش ہوئی۔

حضرت ٹیپو سلطان شہید نے نظام ثانی کو اپنا ہم خیال بنا لیا تھا، لیکن غیر ملکی سامراج نے نظام اور ٹیپو کو لڑوا دیا!

آصف جاہ ثانی کے دربار میں سلطان حیدر علی نے اپنے بڑے شہزادے ٹیپو کو ہمراہ محفوظ خان و میر رضا علی خان بھیجا جو اپنے ساتھ قیمتی تحفے تحائف، سیم وزر کے علاوہ پانچ ہاتھی اور دس اعلیٰ نسل کے گھوڑے بھی لے گئے تھے۔ آصف جاہ ثانی نے بہ نفس نفیس ان کا استقبال کیا اور نوجوان شہزادے کو نصیب الدولہ فرما کر مخاطب کیا۔ آصفی دربار میں ان کی بڑی قدر و منزلت ہوئی، بطور تحفہ ہیرے، جواہرات و خطاب "فتح خان علی بہادر" سرفراز فرمایا۔ نوجوان شہزادے نے اعلیٰ فراست سے کام لے کر آصف جاہ ثانی سے باہمی تعلقات دونوں ریاستوں کے استوار کرنے کے سلسلے میں گفتگو فرمائی اور نہایت دانش مندی سے آصف جاہ ثانی کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور ساتھ ہی ساتھ اس بات پر بھی راضی کر لیا کہ وہ انگریزوں کے مقابلے میں سلطان حیدر علی کا ساتھ دیں گے۔

1748ء میں جب سلطنت آصفیہ میں نظام الملک آصف جاہ اول کی جانشینی کے سلسلے میں نواب ناصر جنگ اور نواب مظفر جنگ میں جنگ ہو رہی تھی تو فرانسیسیوں نے موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر نواب مظفر جنگ کا ساتھ دیا۔ نواب ناصر جنگ کو فتح ہوئی اور وہ آصفی تخت وتاج کے وارث بنے لیکن انہیں دو سال کے بعد شہید کر کے ان کا خزانہ لوٹ لیا گیا۔ اس خزانہ کا کچھ حصہ فرانسیسیوں کے ہاتھ آیا اور کچھ سلطان حیدر علی کے۔ یہاں سے آصف جاہوں کے دلوں میں فرانسیسیوں اور سلطان حیدر علی کی طرف سے دشمنی کے جذبات پیدا ہوئے تھے۔ انگریز (جو بیک وقت فرانسیسیوں اور سلطان حیدر علی کا دشمن تھا) اس بات کا فائدہ اٹھا کر آصف جاہ ثانی کو اپنا طرف دار بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا، کچھ ایسی ہی ترکیب بروئے کار لا کر انگریزوں نے مرہٹوں کو بھی اپنی طرف کر لیا تھا۔ پہلی جنگ میسور کے دوران انہوں نے جب آصف جاہ ثانی اور مرہٹوں کو سلطان حیدر علی کا دوست پایا اور انہیں اس جنگ میں شکست بھی ہوئی تھی تو انہوں نے اپنی قدیم روایتی حکمت عملی "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" پر عمل کر کے نہایت عیاری سے آصف جاہ ثانی اور مرہٹوں کو پھر سے اپنا طرف دار بنا لیا۔ دوسری طرف فرانسیسی، سلطان حیدر علی اور سلطان ٹیپو کو اپنا طرف دار بنا کر انگریزوں سے لڑنے کی کوشش میں کامیاب ہو گئے۔ گویا دو سامراجی قوتیں کامیاب شاطروں کی طرح آصف جاہ ثانی، مرہٹے، سلطان حیدر علی اور سلطان ٹیپو کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کر رہی تھیں۔

1782ء میں سلطان حیدر علی نے انتقال فرمایا۔ آپ کی جانشینی کا مسئلہ اٹھا۔ آپ کے دونوں شہزادوں ٹیپو اور کریم میں کچھ عرصہ کشمکش جاری رہی، بعد ازاں شہزادہ ٹیپو کو کامیابی نصیب ہوئی اور وہ سریر آرائے سلطنت میسور ہوئے۔ ابھی نوجوان شہزادے نے زمام حکومت سنبھالی ہی تھی کہ ہندو راجاؤں نے سرکشی کی اس ارادہ سے کہ جنوبی ہند میں مسلمانوں کا اقتدار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے۔ اس کے لئے انہوں نے سلطان حیدر علی اور سلطان ٹیپو کے جانی دشمن انگریزوں کے ساتھ ساز باز کی۔

حیدرآباد دکن کے آخری تاجدار نواب میر عثمان علی خان (مرحوم)

سلطان ٹیپو ساحل مالابار پر انگریزوں سے جنگ میں مصروف تھے کہ سرنگاپٹم میں ایک خطرناک سازش ان کے خلاف کی گئی تاکہ سرنگاپٹم پر قبضہ کر کے ہندوؤں کی حکومت پھر سے قائم کر دی جائے۔ ان سازشوں کو مرہٹوں اور انگریزوں کی مکمل تائید حاصل تھی۔ بالم سلطان حیدر علی نے 1762ء میں فتح کیا تھا۔ بالم کے راجہ نے بغاوت کی، ٹیپو سلطان اس کی سرکوبی کو پہنچے تو وہ فرار ہو چکا تھا۔ اس بغاوت کو فرو کرنے کے بعد کرگ روانہ ہوئے کیونکہ وہاں پر بھی بغاوت 1785ء میں ہوئی، ٹیپو سلطان نے اس کو ختم کیا لیکن بعد میں وقفے وقفے سے بالم اور کرگ کی بغاوتیں جاری رہیں۔ ادھر سلطان کے اپنے درباری میر صادق اور پورنیا انگریزوں سے ملے ہوئے اور درپے آزار تھے۔

غرض ٹیپو سلطان ہر طرف سے مصیبتوں میں گھرے ہوئے تھے۔ ایسے برے وقت میں فرانسیسیوں سے ان کو کوئی خاطر خواہ مدد نہیں مل رہی تھی چنانچہ مایوس ہو کر سلطان نے کابل، فرانس کے سربراہ نپولین اور سلطنت عثمانیہ ترکی (قسطنطنیہ) سے خط و کتابت شروع کر دی اور اپنے سفیر روانہ کئے لیکن بدقسمتی سے وہاں سے بھی کوئی مدد نہ مل سکی۔ سلطنت عثمانیہ انگریزوں کو ناخوش کر کے آپ کی مدد کرنے سے قاصر تھی۔ سر رابرٹ اینلے سفیر برطانیہ مقیم قسطنطنیہ، سلطان کے خلاف کام کر رہا تھا۔ بالآخر مجبور ہو کر ٹیپو سلطان نے انگریزوں سے امن کا معاہدہ کرنا چاہا لیکن کارن والیس جو آپ کا ازلی دشمن تھا، اس کے لئے تیار نہیں تھا اور سلطنت میسور کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے پر تلا ہوا تھا۔

اس اندھیرے میں یکایک روشنی کی کرن پھوٹی۔ آصف جاہ ثانی مرہٹوں اور انگریزوں کے رویئے سے تنگ آ گئے تھے۔ 1787ء میں آپ نے سلطان ٹیپو سے مصالحت کی کوشش کی اور اپنے سفیروں کو سرنگاپٹم روانہ کیا۔ سلطان نے اس پیشکش کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اور جواب میں ایک خط بھی آصف جاہ ثانی کو لکھا کہ وقت اور جگہ کا تعین کیا جائے جہاں پر مصالحت کی بات چیت ہو سکے۔ اس خط میں سلطان نے اس کی بھی پیشکش کی کہ وہ علاقے سلطنت آصفیہ کو واپس کر دیئے جائیں گے جو حیدر علی سلطان نے آصف جاہوں سے حاصل کئے تھے۔ دونوں خاندانوں کو مزید قریب لانے کے لئے سلطان نے یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ ان کے صاحبزادے کی شادی آصف جاہ ثانی کی صاحبزادی سے کر دی جائے۔ سلطنت آصفیہ کے سفیر حیدرآباد واپس ہو گئے۔ ایک عرصے تک خاموشی رہی لیکن دوسرے سال یعنی 1788ء میں آصف جاہ ثانی نے ٹیپو سلطان کو ایک خط تحریر فرمایا جو نہایت امید افزا تھا۔ اس خط کے ساتھ ایک نسخہ قرآن کا بھی سلطان کے لئے روانہ فرمایا۔ یہ لمحے جنوبی ہند کی مسلم تاریخ کے انتہائی اہم لمحے تھے۔ دو مسلم ریاستوں کے سربراہ خلوص دل کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ کاش آصف جاہ ثانی کا تدبر اور شیر دل سلطان ٹیپو کی شجاعت ایک ہو جاتے! انگریزوں کو 1767ء کی پہلی جنگ میسور کی طرح ایک بار پھر شکست فاش ہوئی لیکن افسوس دونوں سلاطین کے درباریوں نے جو انگریزوں سے ملے ہوئے تھے، ایسا نہ ہونے دیا۔ بدقسمتی سے جو لوگ اس مصالحت اور بات چیت میں شریک تھے، ان کی اکثریت انگریزوں کی وفادار تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ بات چیت کامیاب ہو کر دونوں مسلم ریاستوں میں دوستی ہو جائے۔ انگریزوں کو برابر اطلاعات مل رہی تھیں کہ کمپنی کا ایجنٹ برائے سلطنت آصفیہ لارڈ سر جان کنے وے سلاطین کے امراء کو جو گفتگو میں شریک تھے، کنٹرول کئے ہوئے تھا اور کارنوالس کو خبر بھیج رہا تھا۔ اس گفتگو میں شریک ہونے والوں میں جو لوگ اہم تھے، وہ ہی مشیر الملک میر عالم، امتیاز الدولہ اور شمس الامراء اس متوقع اتحاد کے زبردست حامی شمس الامراء تھے لیکن 11 رجنوری 1795ء کو شمس الامراء نے انتقال فرمایا اور یہ سلسلہ بات چیت کا ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گیا۔ لارڈ سر جان کنے وے اپنی سازش میں کامیاب ہو گیا اور جنوبی ہند کی مسلم تاریخ کا وہ المیہ پیش آیا جسے یاد کر کے آج بھی ہر مسلمان کی آنکھ پُرنم ہے۔

آصف جاہ ثانی نے 1803ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند اکبر نواب میر اکبر علی خاں سکندر جاہ، آصف جاہ ثالث سریر آرائے سلطنت آصفیہ ہوئے۔ آپ کے عہد حکومت میں بھی میر عالم مدار المہام تھے۔ ان کی حیثیت سلطنت میں وہی تھی جو ریاست میسور میں میر صادق اور پورنیا کی تھی۔ یہ انگریزوں کے نہایت چہیتے اور وفادار تھے۔ ان کا جب انتقال ہوا تو آصف جاہ ثالث نے جو ایک نیک اور رحم دل سلطان تھے، منیر الملک کو اپنی مرضی سے وزیر منتخب کیا۔ ریذیڈنٹ وقت کپتان سڈنیم نے کافی مزاحمت کی لیکن سلطان نہ مانے تو مہاراجہ چندو لال پیش کار کو اپنا آلہ کار بنا لیا اور ان کے ذریعے ریاست کو کمزور بنانے کی کوشش شروع کر دی۔

ان کے وزیر باتدبیر سالار جنگ اول خاموش رہے۔ خیریت اسی میں دیکھی ورنہ اس سائبان کا مذکورہ طوفان ہی خس وخاشاک بن کر ہوا میں اڑ جانا یقینی تھا۔ انگریز کی حکومت اب ناگزیر تھی۔ آصف جاہ خامس نے اپنے تدبر سے مسلمانان ہند کی آخری پناہ گاہ کو بچا لیا جس میں تقریباً ایک صدی تک مسلمان، انگریز کی دسترس سے دور امن و آشتی کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے۔ یہ دور بھی سلطنت آصفیہ کے لئے نہایت خطرناک اور کافی آزمائش کا دور تھا۔

نواب افضل الدولہ نے 3 ذیقعدہ 1285ء مطابق 1869ء کو انتقال فرمایا۔ امرائے سلطنت نے آپ کی رحلت فرمانے کی خبر کو صیغہ راز میں رکھا اور بغیر کسی تاخیر کے آپ کے اکلوتے وکمسن فرزند دل بند کو تخت پر بٹھا دیا اور ریذیڈنٹ کو جو بلدہ حیدرآباد سے تقریباً چار میل سکندرآباد میں مقیم تھا، کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ شہر کی فصیل کے تمام دروازے فوراً بند کروا دیئے گئے۔ کوئی شخص حیدرآباد سے نہ سکندرآباد جا سکا اور نہ ہی کوئی سکندرآباد سے حیدرآباد آ سکا۔ سالار جنگ بہادر نے یہ کام عرب جاگیردار مقدم جنگ و مسلم جنگ کے سپرد کیا تھا جنہوں نے نہایت ایمانداری سے اس اہم فرض کو انجام دیا۔ کمسن سلطان کو نذرانے پیش کرنے کے بعد تخت نشینی کا اعلان کر دیا گیا۔ یہ احتیاط اس لئے برتی گئی کہ کہیں حکومت برطانیہ تخت نشینی کے مسئلے کو پیچیدہ بنا کر ریاست کو نقصان نہ پہنچائے۔ ڈھائی سال کی عمر میں آصف جاہ خامس نہایت شان وشوکت و دبدبہ کے ساتھ دکن پر حکومت کرنے لگے۔ ایک مجلس تولیت کے ذریعے جس کے اراکین سالار جنگ اول اور شمس الامراء امیر کبیر تھے، وفادار درباری ملک و مالک پر جان چھڑکتے تھے۔ حکومت نہایت عمدگی سے چل رہی تھی۔ سلطان جب سن بلوغ کو پہنچے تو ملکہ وکٹوریہ کے نمائندے وائسرائے ہند لارڈ رپن نے حیدرآباد دکن میں فروری 1884ء میں باقاعدہ رسم تاج پوشی ادا کی۔ سلطان کے اقبال سے سلطنت آصفیہ ترقی کے زینے تیزی کے ساتھ طے کرنے لگی۔ ریلوے لائن آصف جاہ خامس کے دور حکومت میں ڈالی گئی۔ ریاست نے اپنی ڈاک کے ٹکٹ جاری کئے اور محکمہ ڈاک قائم ہوا۔ غرض رفاہ عام کے وہ سب کام شروع ہو گئے جو ایک متمدن ملک کے لئے ازحد ضروری ہیں۔ رعایا شاد، ملک آباد تھا۔ وفادار ملازم سرکار اپنے فرائض نہایت حسن وخوبی سے انجام دے رہے تھے۔ سلطان، رعایا میں بے حد مقبول تھے لیکن انگریز کی نظر میں دور مغلیہ کی یہ آخری نشانی کانٹے کی طرح کھٹک رہی تھی۔

امرائے سلطنت کو ملا کر درباروں میں سازش کرانے کی پرانی ترکیب اب کارگر نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ درباری اپنے آقا پر دل وجان سے فدا تھے۔ انگریز نے ایک اور پینترا بدلا۔ وہ یہ کہ بیرون ریاست میں بھجوا کر ریذیڈنسی کے ذریعے سازشیں کروانے کا سلسلہ شروع ہو گیا لیکن سب بے سود۔ چاق وچوبند امرائے سلطنت، جاگیرداروں اور منصب داروں نے دشمن کا یہ وار بھی خالی دیا۔ سر سالار جنگ اول نے ادھر برار کی واپسی کا مسئلہ چھیڑ دیا۔ لندن جا کر بذات خود پیروی کی۔ آصف جاہ سادس نے نہایت تزک واحتشام سے تقریباً 44 سال حکومت کرنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔

آصف جاہ سادس کے انتقال کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے سلطان العلوم اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں آصف جاہ سابع نے زمام حکومت سنبھالی۔ آپ کا عہد حکومت ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ کا ایک سنہرا باب سلطنت آصفیہ کا نقطۂ عروج ہے۔ آپ نے داخلی معاملات میں انگریزوں کے ناجائز دباؤ کو کم کر کے ریاست کو خود مختار بنا دیا تھا۔ اب سلطنت آصفیہ میں اس کی اپنی جدید اسلحہ سے لیس فوج و پولیس تھی۔ اس کی اپنی ریلوے، سکہ اور پوسٹ و تشرگاہ، لاسلکی ہوائی سروس وغیرہ تھی۔ مطلق العنان بادشاہ ہونے کے باوجود آپ نے اپنا اقتدار شاہی عوام کو سونپ دیا تھا۔ جامعہ عثمانیہ کی لائبریری میں آپ کی جو قد آدم تصویر ہے، اس پر آپ نے خود اپنے دست مبارک سے "عثمان خادم ملک وملت" تحریر فرمایا ہے۔ جہاں تک رعایا کی فلاح و بہبود کا تعلق ہے، اس کا اس سے اندازہ لگایئے کہ آپ نے خزانے کا منہ کھول دیا تھا اور آپ کے دور حکومت میں صدہا محکمہ جات، عدالتیں، دوا خانے، مدارس و کالج، کتب خانے اور میوزیم تعمیر ہوئے۔ ان سب سے بڑھ کر سلطنت آصفیہ کو عالم میں ممتاز کرنے والی اس کی اپنی جامعہ عثمانیہ اور اس کا اپنا دارالترجمہ ہے جو آپ کے دور حکومت ہی میں عالم وجود میں آئے۔

انگریز اور فرانسیسی سامراج نے دہلی کی مرکزی حکومت، سلطنت آصفیہ اور سلطنت میسور کے درباروں میں اپنی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا ایک جال بچھایا اور امرائے سلطنت کو آلہ کار بنا کر پورے ملک میں ایک بحران پیدا کیا۔ میسور کی اسلامی سلطنت ان کی انہی سازشوں کی بھینٹ چڑھی۔ دہلی میں مغلیہ سلطنت کا چراغ گل ہوا۔ رہی سلطنت آصفیہ وہ انگریز سامراج کے جانشین رام راج کے ہاتھوں تباہ ہوئی۔ 11 رستمبر 1948ء کو جب کہ سلطنت آصفیہ کے مسلمان بابائے قوم قائد اعظم محمد علی جناح کے اچانک رحلت فرمانے پر ان کا سوگ منا رہے تھے، حیدرآباد دکن کی ریاست پر پولیس ایکشن کا نام لے کر انڈین یونین کے فوجیوں نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ لاکھوں مسلمانوں کو شہید کر کے (تقریباً سات لاکھ)، لوٹ مار مچا کر سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔